DARYAFT: ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 15, Issue 02,(Dec 2023): DOI #https://doi.org/10.52015/daryaft.v15i02.373

ڈاکٹر عتیق انور

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، ایف سی کالج (اے چارٹرڈ یونیورسٹی) لاہور

میجر ڈاکٹر ارشاد علی

صدر شعبہ اردو، ملٹری کالج جہلم، سرائے عالم گیر، پنجاب، پاکستان

اردو غزل کی تنقیدی تعبیرات میں یوسف حسین کا کردار

Dr. Ateeq Anwar
Assistant Professor, Urdu Department, FC College (A Chartered University) Lahore
Major Dr. Irshad Ali
HOD Urdu, Military College Jehlum, Sarai Alamgir, Punjab, Pakistan

Yusuf Hussain's Role in Critical Interpretations of Urdu Ghazal

ABSTRACT

Yusuf Hussain was proficient in different languages. His criticism also holds a prestigious position in Urdu literature. His book "Urdu Ghazal" is regarded as a complete addition to Urdu criticism. In this book, he has thoroughly reviewed all aspects of Urdu Ghazal along with a complete analysis. Although the basic reality of ghazal has not been affected much, there have been equal changes in the style of Urdu ghazal. He is a supporter of classicism in ghazal and in his opinion, the main motivational elements of ghazal are passion and imagination, due to which the heart is filled with joy and excitement. Like other critics and poets, he is also convinced of love in Urdu ghazal. It has been solved in a critical manner. In his opinion, creation is not possible without grief, so the colour of Sufism is also dominant in Urdu Ghazal. His special thing is that he has presented his arguments and critical ideas in an effective manner without finding flaws in the criticism of others, that is why he is known as a reliable critic.

Keywords: *Yusuf Hussain, Critic, interpretation, Urdu Ghazal*

یوسف حسین خان (شخصیت، مشاہدہ اور تخیل) کو بطور تاریخ دان، ماہرِ تعلیم، دانشور، نقّاد اور ماہرِ لسانیات، عربی، انگریزی، فرانسیسی، فارسی اور اُردو زبان پر مکمل دسترس تھی۔ یوسف حسین خاں کی تمام تر توجہ کا مرکز زبان و ادب، شاعری اور تاریخ رہی۔ حیدرآباد میں قیام کے زمانے میں انہوں نے وہاں کے علمی اور ثقافتی اداروں سے وابستگی قائم رکھی۔ ان کی کتاب "حافظ اور اقبال" پر انھیں ساہتیہ اکیڈمی اعزاز ملا۔ اس کے علاوہ ان کی خدمات کے پیش نظر حکومت ہند نے انھیں پدم بھوشن کے خطاب سے بھی نوازا۔ صنف غزل کی تنقید میں یوسف حسین

Received: 15th Aug, 2023 | Accepted: 1st Dec, 2023 | Available Online: 30th Dec,2023
DARYAFT, Department of Urdu Language & Literature, NUML, Islamabad.
This work *is licensed under a* **Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)**

کی کتاب "اردو غزل" بہت اہم ہے۔ یوسف حسین کی تصنیف "اردو غزل" کو غزل کی تنقید میں ایک معتبر مقام حاصل ہے۔ یوسف حسین نے اپنی کتاب میں نہ صرف اردو غزل کا مکمل تجزیہ کیا ہے بلکہ اردو غزل کا تمام پہلوؤں سے بھرپور جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے حالیؔ کے نظریہ تنقید غزل کے رد میں "اردو غزل" لکھی[۱] جو ہر لحاظ سے اردو غزل پر ایک جامع تصنیف ہے۔

یوسف حسین عاشقِ غزل ہیں۔ انہوں نے غزل کی تکنیک، دروں بینی، داخلیت، رمزیت اور موسیقیت کا تجزیہ کیا ہے۔[۲]

یوسف حسین نے اردو غزل پر کی گئی حالیؔ کی تنقید کے رد عمل میں مختلف توجیہات سے اردو غزل کی ناموس کو تحفظ فراہم کیا ہے۔ غزل کی عالمگیریت اور قوت ارتقاء کا نتیجہ ہے کہ غزل آج بھی اردو اصناف شاعری میں سے سب سے زیادہ معروف، مطلوب اور پر کشش ہے۔ یوسف حسین کے مطابق:

> "گزشتہ دو سو برس میں میر صاحب کے زمانے سے لے کر حسرت و جگر کے موجودہ دور تک اردو غزل کے اسلوب میں برابر تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں لیکن اس کی بنیادی حیثیت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا۔ اس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ یہ صنف سخن اپنی اصلی حیثیت کو برقرار رکھتے ہوئے مختلف حالات سے مطابقت کی صلاحیت رکھتی ہے جو اس کے جاندار ہونے کی دلیل ہے۔"[۳]

اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ حالی کے دور میں بھی غزل انحطاط کا شکار نظر آتی ہے اور مضامین میں تکرار خیال، امرد پرستی، عریاں نگاری اور لفظی الٹ پھیر غزل کا مزاج بن چکے تھے۔[۴]

حالیؔ کے زمانے میں ملک کے سیاسی و سماجی حالات ایسے تھے جو غزل پر اثرانداز ہو سکتے تھے جن کی طرف انہوں نے اشارہ بھی کیا مگر حالیؔ کی تنقید کے بعد حالات بدل گئے حتیٰ کہ خطے میں دو آزاد ریاستیں قائم ہو گئیں مگر غزل کے مخالفین غزل کے خلاف وہی پرانی اور فرسودہ دلیلیں لا رہے تھے جس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ غزل نئے تقاضوں کی حریف نہیں ہو سکتی۔[۵] حالیؔ نے مسلمانوں کی قومی زندگی میں اصلاح کے نقطہ نظر سے غزل پر تنقید کی۔ غزل پر خستگی اور رکاکت کی ترویج کا الزام لگایا لیکن مولانا حالیؔ آج اگر زندہ ہوتے تو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ پچھلے چند سالوں میں فحش اور عریاں نگاری کی ترویج اور اس قدر افزائی افسانے اور نظم کے توسط سے زیادہ ہوئی یا غزل کے ذریعے۔[۶]

مندرجہ بالا تمہید کا مقصد تھا کہ غزل پر کیے جانے والے اعتراضات پر ڈاکٹر یوسف حسین کا نقطہ نظر مختصر بیان کر دیا جائے اور "اردو غزل" میں تنقیدی رویوں کا جائزہ لینے سے پہلے یوسف حسین کی پرستاری غزل کی ہلکی سی چھب دکھا دی جائے۔ غزل تو وہ صنف ہے کہ باوجود ہزاروں اور لاکھوں طرح کے مضامین و خیالات ادا کرنے کے ایسی تبدیلی پیدا نہ ہو سکی جو اسے اپنی صنف سے جدا کر دے۔[۷] غزل آج بھی مدھم مدھم آہنگ میں سخن شناسوں کے کانوں کو نرما رہی ہے۔

یوسف حسین کی کتاب "اردو غزل" کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں تو "اردو غزل" کے پہلے حصے میں تنقیدِ غزل جبکہ دوسرے میں انتخاب غزلیات ہے۔ یوسف حسین کی غزل کی معلومات وسیع اور مطالعہ بسیط ہے۔ وہ اردو غزل کی کلاسیکیت کے حامی ہیں۔ مگر انہوں نے نہایت خوبی سے اور دیگر معترضین غزل پر نکتہ چینی کئے بغیر غزل کے خوبصورت آہنگ کو بیان کیا ہے۔

یوسف حسین کی کتاب "اردو غزل" کے تنقیدی ڈھانچے کا تجزیہ کریں تو یوسف حسین نے غزل کے بنیادی تحریکی عناصر تخیل اور جذبہ کو قرار دیا ہے۔(۸) یہ حقیقت ہے کہ غزل ذاتی واردات کا اظہار ہے۔ انسانی قلب و ذہن کے امور، ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوتے ہیں تو شعر وجود میں آتا ہے۔ غزل گو شاعر تخیل کی بنا پر شعر کے محرک کو پہچانتا ہے۔ یوں شاعری جذبہ کی تھاپ پر رقص کرتی ہوئی غزل بن جاتی ہے۔ یوسف حسین کے مطابق:

> "غزل گو شاعر کے نزدیک تخیل ہی اصل حقیقت ہے جس کی مدد سے اس کے دل کی دنیا میں ہمیشہ رونق اور چہل پہل رہتی ہے اور اس کے اندرونی رویوں میں بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی دروں پرستی کا یہ اقتضاء ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل سے آپ ہی آپ گفتگو کرے اور جو تاثر مختلف وقتوں میں اس کے دل پر گزریں، انہیں شعر و نغمہ کا رنگین لباس پہنا دے۔ تخیل اور جذبہ ایک دوسرے میں حل ہو کر جب موسیقی کی رنگین قبا زیب تن کر کے جلوہ گر ہوتے ہیں تو شاعر کی روح اپنے تخیلی پیکروں سے ہم آغوش ہو کر رقص کرنے لگتی ہے۔ خیال موسیقی میں ایسا حل ہو جاتا ہے کہ اس کو جدا کرنا محال ہے۔"(۹)

وہ اردو غزل میں غزل گو کی دروں بینی کے ساتھ تخیل اور جذبہ کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ یوسف حسین غزل کو اس کی اصل کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ غزل بہت سے رنگوں اور خوشبو میں گندھا ہوا پھول ہے اور کسی بھی رنگ کا کم ہونا اس کے پھول ہونے کو متاثر تو نہیں کر سکتا مگر خوبصورتی میں فرق ضرور ڈالتا ہے۔ یوسف حسین کے خیال میں حیرت غزل کی ایک خوبی ہے۔ مگر دروں بینی کے ساتھ تخیل اور جذبہ ہی سخن فہم کو انگشت بدنداں کر سکتے ہیں۔

غزل گو شاعر کی دروں بینی کے اصل عناصر تخیل اور جذبہ ہیں، تخیل میں یہ قوت ہے کہ وہ طلسمی یا غیر مرئی حقائق کو یا یوں کہیے کہ ان حقائق کو جو حواس کی کوتاہی اور نارسائی کی وجہ سے پوری طرح محسوس نہیں ہوتے۔ جیتی جاگتی شکل میں ہماری نظر کے سامنے لے آئے۔ تخیل ایک نہایت ہی لطیف نازک اور پیچیدہ حقیقت ہے اور وہ ایسے اسباب پر منحصر ہوتا ہے جن پر عقل کو قابو نہیں ہوتا۔ اس کی تخلیقی اور اختراعی قوت معمولی اور ظاہری واقعات میں ایسے ایسے نکتے اور باریکیاں تلاش کر لیتی ہے کہ عقل حیران اور ششدر رہ جاتی ہے۔(۱۰)

یوسف حسین کی غزل میں داخلیت اور دروں بینی: غزل پر تنقید کرتے ہوئے وہ دروں بینی کا بار بار استعمال کرتے ہیں جو داخلیت سے ملتی جلتی اصطلاح ہے۔ غزل کی تنقید میں امام امداد اثر نے بہت زور دیا ہے جبکہ یوسف حسین نے دروں بینی استعمال کی ہے۔ داخلیت اور دروں بینی کسی حد تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی اصطلاحیں ہیں مگر ان میں حد فاصل ہے جو ان کے مضامین کو جدا تر کرتا ہے۔

> "دروں بینی شخصیت کا ایک فطری انداز ہے اور داخلیت قوت تمیز کے حدود کا بیان ہے۔ مثلاً ایک دروں بین انسان کے نقطہ نظر میں خارجیت کا توازن ہو سکتا ہے اور انسان کا فیصلہ اس کی "داخلیت" میں محصور۔ دروں بین میں نفس پر توجہ کا مرکز اور پر عمل کا مصدر ہے۔ دروں بینی

میں انسان میں دلچسپیوں کا رخ غیر نفسی یا معروض کی طرف مائل ہونا، یہاں تک دروں بین انسان کا نفس بھی معروض کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔ دروں بین کی دنیا بنیادی طور پر اس کے انا کی دنیا ہے۔"(۱۱)

یوسف حسین کا تصور غزل: بہت وسیع ہے۔ انہوں نے دروں بینی کے تخیل اور جذبہ کو ضروری قرار دیا۔ گویا دروں بینی تخیل اور جذبہ ہی غزل گوئی میں روح پھونکتی ہے۔ عقل اور جذبہ کی بدولت غزل میں توازن پیدا ہوتا ہے اور شائستگی، مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔ تخیل اور جذبہ کی وساطت سے شاعر دروں بینی کے سہارے غزل کو آفاقیت اور عالمگیریت عطا کرتا ہے اور ایک قادرالکلام شاعر کے یہاں جذبہ اور تخیل مل کر ایک ہو جاتے ہیں اور ان کے الگ الگ وجود باقی نہیں رہتے۔(۱۲)

نظریہ تخیل: شعری تنقید میں نا صرف غزل بلکہ مغربی شعری ادب میں بھی نقادوں کے ہاں ملتا ہے۔ مغربی تاریخ ادب میں رومانی تحریک کے دو بانیوں میں سے ایک یعنی کولرج نے اسے پہلے پہل پیش کیا۔(۱۳) قوت عقل انسانی جذبے اور خیال کو یک رو کرتی ہے اور ایک نظم مرتب کراتی ہے۔ انسانی خیال اور جذبے کی بحث تنقید کا اہم موضوع رہا ہے۔ جذبہ اور خیال کے حوالے سے ہی دبستانوں کے دو گروہوں کا پتا ملتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جذبہ تحقیقاتی پیداوار ہے جو انسانی شعور میں پہلے متحرک ہوتا ہے اور خیال بعد میں۔ گویا جذبہ کا تعلق انسانی قلب و روح سے ہے اور خیال عقل و ذہن کا پروردہ۔ لہٰذا خیال جذبات کو ترتیب دیتا ہے۔ پس جذبہ اور خیال کا توازن اور تعلقات باہمی کا نام تخیل ہے۔ شاعرانہ تخیل کا کام یہ ہے کہ جذبات و خیالات کی اس خانہ جنگی کو تعمیری صلح میں تبدیل کرے۔(۱۴) ایسے میں غزل گو شاعر کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک غزل گو شاعر اپنے طلسمی اعجاز سے تخیل کو جذبات زدہ ہونے سے بچا لیتا ہے اور اسی طرح جذبے کو تخیل زدہ نہیں ہونے دیتا۔(۱۵)

یوسف حسین نے خیال اور تخیل کو ایک رنگ دیا ہے۔ ان کے ہاں تخیل ہی خیال ہے جبکہ تخیل خیال سے اگلی صورت ہے کہ تخیل وہ قوت ہے جو خیال اور جذبے کو ہم آہنگ کرتی ہے۔(۱۶)

تخیل اور جذبے کے علاوہ ایک غزل گو حسی تجربے سے بھی متاثر ہوتا ہے۔ انسانی زندگی میں خارج کی اہمیت کسی طرح کم نہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ انسان اپنے ارد گرد پھیلے حسی تجربوں سے بے نیاز ہو جائے اور ایک غزل گو تو یوں بھی زیادہ ذی حس ہوتا ہے۔ اس کے محسوس کرنے کا زاویہ انداز بھی منفرد ہوتا ہے۔ چنانچہ یوسف حسین نے "اردو غزل" میں تنقید کرتے ہوئے حسی تجربے کو اہمیت دی ہے۔

"تغزل میں جذبہ و تخیل کے علاوہ حسی تجزیے (سین شین) کو بھی اہمیت حاصل ہے۔"(۱۷)

حقیقتاً حسی تجزیہ انسانی غیر شعوری کوشش ہے مگر اس کو اظہار کی زبان دینے کے لیے بھی وقت تخیل درکار ہے۔ دراصل کسی شاعر کو حسی تجربے کا ادراک تخیل کے بغیر نہیں ہو سکتا اور اس کے اظہار کے لیے اسے رمزی علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان رمزی علامتوں کے ذریعے ہم اشیاء اور تصویروں کے تعلق کو سمجھتے اور محسوس کرتے ہیں جو علامتوں کے معانی میں مضمر ہوتے ہیں۔(۱۸)

یعنی جس جذبے کا اظہار علامتوں کے ذریعے ہوتا ہے اس کا تعلق اندرونی احساسات کے ساتھ ہوتا ہے۔ رمزی علامتیں درحقیقت تجریدی جذبوں کو تخیل کی حقیقت سے روشناس کراتی ہیں۔ غزل گو شاعر جذبوں کو صورتیں بلکہ رمزی علامتوں کے ذریعے دھڑکنیں عطا کرتا ہے جس کو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔

"غزل گو شاعر کی دروں بینی میں زبردست تخلیقی قوت ہوتی ہے۔ اسے اندر جو عالم نظر آتے ہیں وہ خارجی عالم کی رنگارنگی سے جسے وہ چمن اور گلستان کے علامتی لفظوں اور استعاروں سے یاد کرتا ہے، کہیں زیادہ دلکش اور حسین ہوتے ہیں۔ اس کو سرو سمن کی حاجت نہیں ہوتی۔ اس واسطے کہ اس کے دل کی طلسمی دنیا میں یہ سب کچھ تخیل و جذبے کے فیض سے پہلے ہی موجود ہوتا ہے۔"(۱۹)

غزل کی انفرادیت تخیل و جذبے پر قائم ہے اور چونکہ تخیل کا دل سے گہرا تعلق ہوتا ہے اس لیے غزل گو کا حسی تجزیہ بھی داخلی رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ تخیل اندرونی جذبات و احساسات کو فطرت کا وہی رنگ دکھاتا ہے جس کو دروں بیں غزل گو دیکھنا چاہتا ہے۔ جذبے کا رمزی خیال غزل سے زیادہ مخصوص ہے۔ کیونکہ نظم خارجی صورتوں کو بیان کرتی ہے اور تخیل اور جذبے کی کارفرمائیاں نظم میں ذرا کم ہی ہوتی ہیں۔ یوسف نے جذبے کے رمزی بیان کے حوالے سے نظم کو غزل سے الگ ثابت کیا ہے۔ یوسف حسین کے مطابق:

"ابہام اور اجمال نظم کے لیے سازگار نہیں اور غزل کی یہی دونوں چیزیں جان ہیں۔ رمز و کنایہ میں اگر تفصیل آگئی تو بے مزہ ہو جائیں گے۔ پھر اس کے علاوہ چونکہ غزل میں عشق و عاشقی کی وارداتوں کو بیان کیا جاتا ہے جو نہایت گہری اور پر اسرار ہوتی ہیں اور تفصیل کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے رمز و کنایہ کے بغیر چارہ نہیں۔ قلبی وارداتیں ہمیشہ ابہام اور اجمال کی متمنی ہوتی ہیں۔ نشرح درد اشتیاق اور ذکر جمال اجمال چاہتا ہے، کنایہ یہ چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ جو بات کہی جائے مبہم طور پر کہی جائے۔ دل کو کنایہ اور اجمال پسند ہے اور دماغ تشریح، وضاحت، استعارہ اور رمز و کنایہ کی ایمائی قوت سے شاعر کے محدود مشاہدے میں بے پایانی پیدا ہو جاتی ہے۔ غزل کے شعر کا مطلب معنی خیز ہونا چاہیے کہ تحریک ذہنی اس کے اندر مختلف جذباتی اور تخیلی کیفیات پوشیدہ دیکھے جن کے تحت شعور کی بہت سی بھولی بسری یادیں تازہ ہو جائیں اور تازہ ہوتی رہیں۔"(۲۰)

گویا یوسف حسین غزل کے لیے **ابہام و اجمال، استعارہ اور رمز و کنایہ** کی ایمائی قوت کو لازمی خیال کرتے ہیں اور سچ بھی یہ ہے کہ غزل کا مزاج ہی ایسا ہے۔ اشاروں کنایوں میں دل کی بات کو معنی خیز بنانا کسی اور صنف کے بس کی بات نہیں۔ یہ اعزاز و ادا صرف غزل کا حق ہے۔ رمز و کنایہ میں ہی راہ سخن نکلتی ہے کہ غزل کی خلوت پسندی پر آنچ بھی نہ آئے اور لفظوں کو صورت موسیقی اظہار کا موقع بھی مل جائے۔

جہاں تک غزل کے اصل موضوع کا مسئلہ ہے تو یوسف حسین مجازی عشق کو ہی غزل کا اصل موضوع تسلیم کرتے ہیں۔ عشق مجازی اور عشق حقیقی کی تخصیص ایک الگ بحث ہے۔ مگر یہ طے ہے عشق ایک آفاقی احساس ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ اس کو مجاز کا نام نہیں دیا جانا چاہیے کیونکہ حقیقت، حقیقت ہی رہتی ہے۔ یہ ہی وجہ ہے غزل گو جذبہ عشق کو تخیل کی مدد سے ایمائی انداز سے بیان کرتا ہے۔

"غزل گو شاعر کی دروں بینی اور تخیل نگاری کا مقصد حسن و عشق کی ابدی داستان کو ایمائی انداز سے بیان کرنا ہے۔ اس داستان کا وہ خود ہیرو ہوتا ہے۔ ضروری ہے کہ اس کا ہر شعر اس کے دل کا اک قطرۂ خوں ہو اور اس کے اندرونی تجربے کے بغیر کسی ایک لمحے کا اس میں مکمل اظہار پایا جاتا ہو۔ عشق جذبات انسانی کا سرتاج ہے وہ فطرت کی فرح لامحدود ہے۔"(۲۱)

مندرجہ بالا رائے سے یوسف حسین کی **غزل میں عشق پسندی** کا اظہار ہوتا ہے۔ سخن ور اور سخن فہم میں رمز و کنایہ کا تعلق ہوتا ہے۔ جسے ہم رابطہ کی زبان بھی کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ یوسف حسین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کے خیال میں ہمارے غزل گو شاعروں نے رمز نگاری کے جو کمالات دکھائے اس کی مثال کسی اور زبان کے ادب میں ملنی مشکل ہے۔ اس لیے یہ سامع پر چھوڑ دینا چاہیے کہ وہ مجاز و حقیقت میں جس طرح چاہے اپنی توجیہہ کے رخ پھیر دے۔(۲۲)

حقیقتاً غزل گو کا کام رمز و کنایہ کے "سگنل" نشر کرنا ہے اب ان نشریات کو وصول کرنے کی اپنی اپنی فریکوئنسی ہے۔ یعنی قوت سخن فہمی کے مزاج پر منحصر ہے کہ وہ لفظوں کو کیسے صوتی وجود میں ڈھالتا ہے۔

جہاں تک اردو غزل میں محبوب کا تعلق ہے تو یوسف حسین یہاں بھی شیوہ عاشقی اختیار کیے ہوئے، رمز و ایمائی کیفیت کو اور بڑھانے کے لیے غزل گو شاعر محبوب کے لیے عام طور پر ایسے لفظ بطور استعارہ استعمال کرتے ہیں جن سے جنس ظاہر نہ ہو۔ جیسے بت، صنم، شوخ، دلبر، ظالم۔۔۔(۲۳)

ان **استعاروں** کی بدولت ذہن میں محبوب کی تصویر بن جاتی ہے اور غزل کی خلوت پسندی پر حرف بھی نہیں آتا۔ خیال کی نزاکتوں کو بیان کرنے کا یہ طریقہ غزل کو محبوب ہے اور جذبے کو بھی اظہار کا یہی انداز پسند ہے۔۲۴ یوسف حسین غزل کے نظام استعارہ کی وضاحت کے لیے شعرا کے کلام کی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں۔

چند مثالیں حاضر خدمت ہیں:

تجھ سے ظالم کے پاس میں آیا
جان کا میں نے کچھ خطر نہ کیا
(درد)

خدا شرمائے ہاتھوں کو کہ رکھتے ہیں کشاکش میں
کبھی میرے گریباں کو کبھی جاناں کے دامن کو
(غالب)

خوشی نہ ہو مجھے کیونکر قضا کے آنے کی
خبر ہے لاش پہ اس بے وفا کے آنے کی
(مومن)

کسی طرح جو نہ اس بت نے اعتبار کیا
مری وفا نے مجھے خوب شرمسار کیا
(داغ)

یوسف حسین کے منتخب کردہ اشعار میں دلربا، جاناں، بے وفا اور بت کو محبوب کے استعارے کے لیے استعمال کیا گیا۔ یوسف حسین کی تنقید میں یہ خوبی ہے کہ اپنے تنقیدی نقطہ نظر کی وضاحت کے لیے مثالوں سے کام لیتے ہیں جس سے ان کے ہاں غزل کی تنقید کا تصور واضح ہو جاتا ہے۔

استعارہ اور تشبیہہ کا موازنہ: کرتے ہوئے یوسف حسین کہتے ہیں کہ تشبیہہ کی نسبت استعارے میں صلاحیت ہے کہ ایک استعارہ اور دوسرے استعارے کو اپنے ساتھ تحت الشعور کی گہرائیوں سے کھینچ لاتا ہے۔[۲۵]

مولانا حالیؔ نے مقدمہ شعر و شاعری میں یہ مشورہ دیا تھا جبکہ یوسف حسین نے اس دور کے شعرا کے ہاں سے بہت سی مثالیں پیش کر دی ہیں۔ یوسف حسین کے مندرجہ اقتباس سے ان کے ہاں اردو غزل میں استعارے کی اہمیت کا پتہ ملتا ہے۔

یوسف حسین نے اپنی تنقید میں بعض جگہوں پر تجزیاتی تنقید کے نمونے بھی پیش کیے۔ مثلاً غالب اور حسرت موہانی کے ہاں عبارت اشارت اور ادا کے تصور کے حوالے سے انہوں نے تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ عبارت، اشارت اور ادا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ غالب نے سخن محبوب کو تین اجزا میں تقسیم کر دیا ہے۔

بلائے جاں ہے غالب اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

یہی تینوں اجزاء تغزل کے اصلی عناصر ہیں۔[۲۶]

عشق انسانی فطرت میں شامل ہے۔ عشق اور حسن کا تعلق بھی ازلی ہے۔

ادب میں زبان عشاق تو غزل ٹھہری اور حسن نے عبارت، اشارت اور ادا سے کام لیا۔ اسی باریک نکتے کی طرف یوسف حسین نے اشارہ کیا ہے۔ حسن، زبان کے وسیلے سے بے نیاز ہو کر اظہار کے مرحلوں کو طے کرتا ہے۔ یوں عشق و حسن محو گفتگو ہوتے ہیں۔ جذبہ و تخیل کے بغیر عشق کچھ نہیں اور عشق کے بغیر حسن بے معنی ہوتا ہے۔

اردو غزل میں غم کو بڑا دخل ہے۔ یوسف حسین نے اس مسئلہ کو تنقیدی انداز سے سلجھایا ہے۔ سچ یہ ہے کہ غم کے بغیر تخلیق ممکن نہیں۔ انسانی زندگی غموں کے انبار سے مسرتوں کو تلاش کرنے کا نام ہے۔ تاہم غم انسان کو اپنی ذات سے متعارف کراتا ہے اور عاشق سب سے بڑا غم شناس ہوتا ہے۔ عشق کا خاصہ جذبۂ غم ہے۔[۲۷]

تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ عاشق غم میں ڈوب کر غزل کی صورت میں اپنی ذات کا تعارف پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے یوسف حسین کا کہنا ہے کہ غزل گو شعرا میں درد والم اور سوز و گداز رچا ہوا ہے اور یہی اردو غزل کی پہچان ہے۔

جہاں تک **اردو غزل میں تصوف** کے موضوع کا تعلق ہے، یوسف حسین کی رائے میں تصوف کو رمز و کنایہ سے خاص نسبت ہے اور عشق حقیقی میں راز و نیاز کی باتیں پیدا کرتا ہے۔ یوسف حسین کے مطابق:

"کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غزل کی زبان اور اسلوب تصوف کے اسرار رموز کو بیان کرنے کے لیے خاص موزوں تھے۔ مجازی عشق کے معاملوں کی طرح حقیقی عشق کی کیفیتیں بھی تفصیل، منطقی تسلسل اور صراحت کی متحمل نہیں ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ غزل میں تصوف کے مضامین اچھی طرح کھپ گئے۔ تصوف کے سہارے فلسفہ و حکمت نے بھی ایوان غزل میں بار پایا جن کی بدولت کلام میں تنوع پیدا ہوا اور علوم و فنون کے لطائف بیان ہونے لگے۔"[۲۸]

چنانچہ اردو غزل میں تصوف کا رنگ کافی ملتا ہے۔ میرؔ، دردؔ کے علاوہ غالبؔ اور نیاز بریلویؔ کے ہاں یہ رنگ پایا جاتا ہے۔ اردو غزل پر یوسف حسین نے نہایت تفصیل سے تنقیدی بحث کی ہے اور جزئیات کو بھی موضوع تنقید بنایا ہے۔ اردو غزل کی خصوصیات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے انہوں نے غزل کے وزن بحور، ردیف قافیہ وغیرہ کی اہمیت پر تنقید کی ہے۔ اس کے خیال میں ہر وزن اور بحر اپنے اندر ایک قسم کا رمز و اشارہ رکھتی ہے۔ اس کے بعد یوسف حسین بحر رمل کے بارے میں شعرا غزل کے ہاں سے غزلیں لکھی ہیں۔

> "بحر رمل جو سرعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اردو غزل نگاروں کے ہاں اپنی سماعی خوبیوں کی وجہ سے بہت مقبول ہوتی ہیں۔ میں یہ بات دعوے سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن میرا یہ خیال ضرور ہے کہ عربی اور فارسی میں اس بحر کو اتنی مقبولیت حاصل نہ ہوئی جتنی کہ اردو میں۔"[۲۹]

موسیقی اور غزل کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ موسیقی کی لے سر تال، غزل کے وزن و بحر کی طرح ہیں۔ شعر کے وزن کو موسیقی کی لے سے بھی جانا جا سکتا ہے۔ وزنِ شعر کا تعلق موسیقی اور ترنم سے ہے۔ جب سے شاعری موجود ہے کسی نہ کسی قسم کا وزن یا آہنگ بھی اس میں موجود ہے۔

یوسف حسین نے اردو غزل میں بحر رمل کے زیادہ مستعمل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ بحر رمل فاعلاتن آٹھ بار ہے۔ یہی بحر ہندی کے زیادہ قریب ہے۔[۳۰] اور اس کے زیادہ مستعمل ہونے کی وجہ بھی یہی ہے۔

"ڈاکٹر صاحب کو بحر رمل میں خاص خوبی نظر آگئی ہے یا انہیں بحر رمل میں کچھ خوبصورت اشعار میسر آگئے۔ ڈاکٹر صاحب کا بحر رمل میں سرعت کو خوبی بیان کرنا ان کی ذاتی رائے ہو سکتی ہے ورنہ شعری بحور، چند ایک کو چھوڑ کر سب سریع رفتار ہوتی ہیں مثلاً متقارب، سریع، رمل، ہزج اور رجز ان میں پہلی دو کے معنی ہی تیز رفتار ہیں۔ ہزج اور رمل عربی گانوں کی قسمیں ہیں اس لیے ان کا زیر بم واضح ہے۔"[۳۱]

یوسف نے غالب کے کلام پر نہایت سادہ انداز تنقید اپناتے ہوئے جامعیت کی مثال پیش کی ہے۔ ایسا رنگ بہت کم نقادوں میں نظر آتا ہے۔ یوسف حسین اردو غزل کی تنقید کرتے ہوئے ایک ہی وقت میں اسلوب اور خیال کی خوبصورتیوں کو ایک ہی دھاگے میں پرونے کا فن جانتے ہیں۔

طرز ادا کی جدت اور انوکھا پن غالب کے کلام کی نمایاں خوبی ہے۔ ان کی معمولی بات میں بھی خاص رنگ پنہاں ہوتا ہے جو جذبے کی تاثیر اور خیال کی دلکشی میں رچا ہوا ہوتا ہے۔

الفاظ کی بندش اور تشبیہوں اور استعاروں کے استعمال میں عام ڈگر سے ہٹ کر علیحدہ راہ اختیار کی ہے اور ضرورت کے وقت لفظی اور معنوی تصرفات سے بھی کام لیا ہے وہ اپنے اسلوب کے خود موجد ہیں۔ (۳۲)

غزل میں حیران کرنے کا مادہ بہت زیادہ ہے۔ کبھی عشق گہرائیوں سے کبھی ضبط کی انتہاؤں سے اور کبھی شوق فنا سے کبھی غزل گو شاعر تخیل اور جذبے کا حیرت میں ڈال دینے والا اظہار کرتے ہیں اور کبھی کبھی غزل گو کی اپنی شخصیت مرکز بن جاتی ہے۔ یوسف حسین کے ہاں یہ تنقیدی تصور پایا جاتا ہے کہ کبھی شاعر کے خطاب کا انداز ایسا ہوتا ہے جس سے ظاہر ہو کہ گویا متکلم اور مخاطب دو علیحدہ علیحدہ ہستیاں ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں ہمارے شاعروں نے تخلص سے پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ ۳۳ تخلص کے ذریعے رمز آفرینی کا کام لیا جاتا ہے۔ تخلص سے رعایت لفظی کا فائدہ لے کر اردو شعرا نے رمز و ایما کی کیفیت پیدا کی ہیں۔ اردو شعرا میں سے مومنؔ نے اپنے تخلص کا سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔ یوسف حسین نے مومنؔ کے ہاں سے مثالیں دی ہیں۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

شکوہ کرتا ہے بے نیازی کا
تو نے مومنؔ بتوں کو کیا جانا

پیہم سجود پائے صنم پر دم و داغ
مومنؔ خدا کو بھول گئے اضطراب میں

یوسف حسین نے غزل کی تنقید میں تخلص کے مسئلے کی نہایت اچھے انداز سے وضاحت کی ہے اور مومن کے ہاں سے مثالیں پیش کیں۔ اس فن میں مومن نے اپنے تخلص کے استعاروں سے معنی آفرینی کے جوہر دکھائے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ "اردو غزل" اپنی نوعیت کی پہلی جامع اور مربوط کتاب ہے۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں غزل کو عالمی عشقیہ شاعری کے پس منظر میں دیکھنے کی سعی کی گئی۔

یوسف حسین کا اسلوب تنقید تجزیاتی ہے ان کی عالمانہ فکر کی بدولت ان کی تنقید اور بھی معتبر ہو جاتی ہے۔ انہوں نے معترضین سے دست و گریباں ہوئے بغیر اپنے دلائل اور تنقیدی خیالات کا اظہار ٹھوس بنیادوں پر کیا ہے۔ انہوں نے اردو غزل کے تنقیدی جائزہ کے لیے اردو فارسی اصناف کے علاوہ فنون لطیفہ اور جدید علوم سے استفادہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یوسف حسین کو اردو غزل کے معتبر نقاد کی حیثیت حاصل ہے۔ خود یوسف حسین نے اردو غزل کی تنقید میں بہترین کتاب کا سرمایہ چھوڑا ہے۔ انہوں نے غزل کی تکنیک و نفسیات کے حوالے سے خوبصورت اندازِ تنقید اپنایا۔ یوسف کا مطالعہ بڑا گہرا ہے۔ آپ جیسی

غزل کے متعلق تنقیدی گہرائی بہت کم نقادوں میں پائی جاتی ہے۔یوسف حسین نے اردو غزل پر خاصی تفصیل سے بحث کی ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنی انفرادیت قائم رکھنے میں کامیاب رہے ہیں اور اردو غزل پر ان کے تنقیدی رائے تر و تازہ دکھائی دیتی ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اردو غزل کی تنقید کو نیا خیال عطا کیا ہے۔اردو غزل کا اتنا بسیط مطالعہ کسی اور کتاب میں نظر نہیں آتا۔(۴۴)

حواشی و حوالہ جات

۱۔وقار احمد رضوی،ڈاکٹر،تاریخ جدید اردو غزل،نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۱۹۸۸ء،ص ۱۷۳

۲۔جابر علی سید،تنقید و تحقیق،کاروان ادب،۱۹۸۷ء،ملتان،ص ۱۲۸

۳۔یوسف حسین،ڈاکٹر،اردو غزل،مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،دہلی،۱۹۵۲ء،ص ۱۳

۴۔ایضاً،ص ۱۷

۵۔ایضاً،ص ۱۶

۶۔ایضاً،ص ۱۷

۷۔صدیقہ ارمان،ڈاکٹر،اردو غزل ممنون سے پہلے،مشمولہ،سہ ماہی،اردو،شمارہ:۲۵،۱۹۷۹ء،ص ۱۷

۸۔جابر علی سید،ایضاً،ص ۱۳۸

۹۔یوسف حسین،ایضاً،ص ۲۶

۱۰۔ایضاً،ص ۲۸

۱۱۔عابد علی عابد،اصول انتقاد ادبیات،ص ۲۸۴

۱۲۔یوسف حسین،حوالہ مذکور،ص ۲۷

۱۳۔محمد حسین ہادی،شاعری اور تخیل،مجلس ترقی ادب، لاہور،۱۹۶۶ء،ص ۴۱

۱۴۔ایضاً،ص ۸۳

۱۵۔یوسف حسین،ایضاً،ص ۳۷

۱۶۔محمد حسین ہادی،ایضاً،ص ۸۳

۱۷۔محمد یوسف حسین،ایضاً،ص ۳۸

۱۸۔ایضاً،ص ۳۹

۱۹۔ایضاً،ص ۴۲

۲۰۔ایضاً،ص ۶۶

۲۱۔ایضاً،ص ۷۷

۲۲۔ایضاً،ص ۷۹

۲۳۔ ایضاً، ص ۸۵
۲۴۔ ایضاً، ص ۸۶
۲۵۔ ایضاً، ص ۱٦۸
۲٦۔ ایضاً، ص ۸۸
۲۷۔ ایضاً، ص ۱۲۵
۲۸۔ ایضاً، ص ۱۵۰
۲۹۔ ایضاً، ص ۱۷۹
۳۰۔ ایضاً، ص ۱۷۹
۳۱۔ ایضاً، ص ۱۴۱
۳۲۔ ایضاً، ص ۲۸۷
۳۳۔ ایضاً، ص ۲۵۲
۳۴۔ ایضاً، ص ۲۵۳

References in Roman Script:

1. Waqar Ahmed Rizvi, Tareekh-e-Jadeed Urdu Ghazal, National Book Foundation, Islamabad, 1988, p173
2. Jabir Ali Syed, Tanqeed O Tahqeeq, Karwan-e-Adab, Multan, 1987, p128
3. Yousaf Hussain, Dr, Urdu Ghazal, Maktaba Jamia Limited, Dehli, 1952, p13
4. Ibid, p17
5. Ibid, p16
6. Ibid, p17
7. Sadeeqa Arman, Dr,Urdu Ghazal Mamnoon Say Pehlay, Mashmoola, Sehmahi Urdu, Shumara 25, 1979, p71
8. Jabir Ali Syed, Ibid, p138
9. Yousaf Hussain, Ibid, p26
10. Ibid, p28
11. Abid Ali Abid, Asool Intiqad Adeebaat, p284
12. Yousaf Hussain, Ibid, p27
13. Muhammad Hussain Hadi, Shairi Aur Takhyal, Majlis Taraqi e Adab, Lahore, 1966, p41
14. Ibid, p83
15. Yousaf Hussain, Ibid, p37

16. Muhammad Hussain Hadi, Ibid, p83
17. Muhammad Yousaf Hussain, Ibid, p37
18. Ibid, p39
19. Ibid, p42
20. Ibid, p66
21. Ibid, p77
22. Ibid, p79
23. Ibid, p85
24. Ibid, p86
25. Ibid, p168
26. Ibid, p88
27. Ibid, p125
28. Ibid, p150
29. Ibid, p179
30. Ibid, p179
31. Ibid, p141
32. Ibid, p287
33. Ibid, p252
34. Ibid, p253